

قطعى الدلالة

قرآن قطعى الدلالة ہے۔ چنانچہ اُس کے مخاطبین جب اُس کے کسی دعوے کو نہیں مانتے تو پوری شان کے ساتھ کہتا ہے کہ 'الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ' (تمہارے پروردگار کی طرف سے یہی حق ہے، لہذا کسی شبہے میں نہ رہو)۔ اور انکار پر اصرار کریں تو اسی بنا پر انہیں یہ کہہ کر مقابلے کا چیلنج دے دیتا ہے کہ 'العلم' ہے جو تمہارے پروردگار کی طرف سے آگیا ہے۔ اس کے مقابلے میں ہر چیز محض کذب و افتراء یا ظن و گمان ہے اور حق کے مقابلے میں ظن کوئی حیثیت نہیں رکھتا: 'إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا'۔

اُس کی یہی حیثیت آج بھی ہے۔ اس لیے کہ اُس کے الفاظ جس تو اتر کے ساتھ نقل ہوئے ہیں، اُن کے مفہیم بھی اُسی طرح نقل کیے گئے ہیں۔ قرآن کے علماء جس چیز میں اختلاف کرتے ہیں، وہ الفاظ کے مفہیم نہیں، بلکہ کسی خاص موقع و محل کے لیے اُن مفہیم میں سے کسی مفہوم کا انتخاب ہے۔ یہ مفہیم کتابوں میں ثبت ہوئے ہیں، انہیں علماء، فقہاء، ادباء اور مفسرین نے جگہ جگہ بیان کیا ہے۔ یہ مسلمانوں کے مدرسوں، خانقاہوں اور علم و ادب کی مجالس میں پڑھے پڑھائے اور سمجھے سمجھائے گئے ہیں۔ زمانہ رسالت سے لے کر آج تک یہ سلسلہ اسی تو اتر کے ساتھ جاری ہے، اس میں کبھی کوئی انقطاع نہیں ہوا۔ یہی معاملہ اُس کی زبان کے قواعد و اسالیب کا ہے۔ انہیں بھی اسی تو اتر کے ساتھ نقل کیا گیا اور پڑھا اور پڑھایا گیا ہے۔ اس میں شاذ اگر کوئی استثنا کہیں بیان کیا جاسکتا ہے تو اپنی دلالت سے

* آل عمران ۳: ۶۰۔

** آل عمران ۳: ۶۱-۶۳۔ النجم ۵۳: ۲۸۔

بہی متواترات اُس کو بھی درجہ یقین میں لے آتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کے متعلق یہ بات آج بھی پورے اطمینان کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ انسان اُس کے الفاظ کی رہنمائی قبول کر لے تو وہ قطعیت کے ساتھ اُسے ٹھیک اُس مدعا تک پہنچا دیتے ہیں جس کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔

زبان کی نقل و روایت اور لفظ و معنی کے باہمی ربط سے متعلق جو مسائل لوگوں کے لیے اس باب میں مزلہ قدم ثابت ہوئے ہیں، اُن میں سے بعض کی غلطی ہم اپنی کتاب ”میزان“ کے مقدمے میں واضح کر چکے ہیں اور بعض پر کسی تبصرے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ سوفسطائی نظریات حیات و کائنات کی سنگین حقیقتوں کے مقابلے میں جس طرح اس سے پہلے قصہ پارینہ بنے ہیں، یہی سوفسطائیت بھی عنقریب اسی طرح قصہ پارینہ بن جائے گی۔ اس کی تردید و تغلیط میں اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ اسی طرح بعض نے قلم کاروں کی یہ بات بھی قابل توجہ نہیں ہے کہ عام قطعی الدلالہ نہیں ہوتا اور قرآن کی زیادہ تر آیتیں چونکہ اسی طرح کے الفاظ پر مشتمل ہیں، لہذا قرآن بھی قطعی الدلالہ نہیں ہو سکتا۔ اہل علم خود سمجھ سکتے ہیں کہ یہ بات کیسی طفلانہ اور علم و دانش سے کتنی بعید ہے جس کے کہنے والے الفاظ کی وضع لغوی اور وضع استعمالی کا فرق بھی نہیں جانتے۔

ایک اعتراض، البتہ مستحق ہے کہ اُس سے تعارض کیا جائے۔ بعض علما کہتے ہیں کہ قرآن کی بیش تر آیات کے سمجھنے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے، اس لیے وہ محتمل الوجوہ ہیں اور کوئی محتمل الوجوہ کلام قطعی الدلالہ نہیں ہو سکتا۔ قطعی الدلالہ اسی کلام کو کہیں گے جس کی تاویل میں کوئی اختلاف نہ ہو۔

اس اعتراض میں اتنی بات بالکل صحیح ہے کہ کوئی محتمل الوجوہ کلام قطعی الدلالہ نہیں ہو سکتا، لیکن کیا ہر وہ کلام جس کی تاویل میں اختلافات ہوں، محتمل الوجوہ ہو جاتا ہے؟ ہمارا جواب ہے کہ ہرگز نہیں۔ محتمل الوجوہ ہونا کلام کی مستقل صفت ہے، یہ اُسے عارض نہیں ہوتی۔ آپ کسی کلام کو محتمل الوجوہ قرار دینا چاہتے ہیں تو ثابت کیجیے کہ اُس کی تاویل میں جو اختلافات بیان کیے جا رہے ہیں، وہ ہمیشہ سے قائم ہیں اور ہمیشہ قائم رہیں گے۔ علم و استدلال کسی حال میں اُس کے وجود سے انھیں منفک نہ کر سکیں گے۔ ایک شخص کسی کلام کو سننا یا پڑھتا ہے اور اُس کے کسی لفظ، کسی محاورے یا کسی تالیف کے معنی غلط سمجھ لیتا ہے۔ دوسرا جملے کے دروبست کو نظر انداز کر کے اُس کا ایک مفہوم بیان کر دیتا ہے۔ تیسرا ہر جملے کو منفرد خیال کرتا ہے اور سیاق و سباق اور نظم کلام کی پروا کیے بغیر اُس کا ایک مدعا بیان کرتا ہے۔ کیا یہ سب وجوہ کلام ہیں اور ان کی بنا پر اُسے محتمل الوجوہ کہا جائے گا؟ قرآن کی تاویل میں جتنے اختلافات ہوئے ہیں، سب کی

نوعیت یہی ہے۔ چنانچہ اُس کی کوئی ایک آیت بھی نہیں ہے جس کے بارے میں یہ کہا جاسکے کہ اصلاً محتمل الوجوہ ہے اور سلف سے خلف تک تمام علما متفق رہے ہیں کہ اُس میں ایک سے زیادہ معنی کا احتمال ماننا ضروری ہے۔ اس کے برخلاف صورت حال یہ ہے کہ جتنے اقوال کسی آیت کے بارے میں نقل ہوئے ہیں، اُن میں سے بعض اختیار کیے گئے اور بعض چھوڑ دیے گئے ہیں۔ پھر جو چھوڑ دیے گئے ہیں، انہیں دوسرے اہل علم نے اختیار کر لیا ہے اور جو اختیار کیے گئے ہیں، انہیں چھوڑ دیا ہے۔ علما اس ترک و اختیار کے وجوہ بھی بیان کرتے ہیں۔ کہیں بتایا جاتا ہے کہ لغت اُس معنی کی تائید نہیں کرتی جو کسی قول میں اختیار کیے گئے تھے، کہیں تالیف کو سمجھنے کی غلطی واضح کی جاتی ہے، کہیں درو بست کو نظر انداز کرنے کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے اور کہیں سیاق و سباق اور نظم کلام سے استدلال کیا جاتا ہے۔ فقہ و کلام اور تفسیر کی کتابیں ان مباحث سے بھری پڑی ہیں۔ ابن جریر لوگوں کے اقوال نقل کرنے میں سب سے زیادہ فیاض ہیں، لیکن تفسیر کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ جگہ جگہ مختلف اقوال پر تنقید بھی کرتے ہیں۔ ابن کثیر انہی کا خلاصہ ہے، مگر یہ خلاصہ خود اصول ترجیح کی بنیاد پر کیا گیا ہے۔ زحشری، قرطبی، آلوسی، طباطبائی، ابوالاعلیٰ مودودی، سب کی تفسیریں اس کی شہادت دیتی ہیں۔ دنیا کی دسیوں زبانوں میں قرآن کے ترجمے ہوئے ہیں۔ انہیں دیکھ لیجیے کسی مترجم نے قرآن کی کسی ایک آیت کو کبھی محتمل الوجوہ قرار دے کر اُس کا ترجمہ نہیں کیا، بلکہ ہر جگہ اپنی ترجیح قائم کی ہے اور اُسی کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔ اس کا منہاے کمال امام فراہی کی تفاسیر اور استاذ امام امین احسن اصلاحی کی ”تدبر قرآن“ ہے، جن میں ترجمہ ہی نہیں، تفسیر میں بھی ہر جگہ ایک ہی قول کو ترجیح دی گئی ہے۔ اس ترجیح سے اختلاف بھی کیا جاسکتا ہے، مگر یہ اختلاف خود اس بات کی دلیل ہوگا کہ اختلاف کرنے والا کلام کو محتمل الوجوہ نہیں مانتا۔ وہ اصرار کر رہا ہے کہ جو معنی سمجھ گئے ہیں، وہ فلاں اور فلاں وجوہ سے صحیح نہیں ہیں۔

لوگوں کی غلطی یہ ہے کہ وہ تاویل کے اختلافات اور کلام کے احتمالات میں فرق نہیں کرتے۔ یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ تاویل کے اختلافات قلت علم سے بھی پیدا ہو جاتے ہیں اور قلت تدبر سے بھی۔ پھر قلت تدبر کے بھی وجوہ ہیں۔ لوگوں کی ذہنی تربیت، اُن کی خواہشات، تعصبات، عجلت پسندی، اشتغال بالادنیٰ اور اس نوعیت کی بہت سی چیزیں اس کا باعث بن جاتی ہیں۔ ان میں سے کوئی بات بھی نہ ہو تو قرآن جیسی مقدس کتاب کے بارے میں تنہا یہ احتیاط نقد و جرح سے گریز کا باعث بن جاتی ہے کہ معنی کی ترجیح میں کوئی غلطی نہ ہو جائے۔ اس کے برخلاف کلام کے احتمالات اُس کی پیدائش کے وقت سے اُس میں ودیعت ہوتے ہیں۔ پڑھنے یا سننے والا انہیں دریافت کر لے تو

كبهى كلام سے الگ نهى كر سكتا۔ چنانچه وه جب بيان كىے جاتے هىں تو هر شخص ماننے كے ليے مجبور هو جاتا هے كه بهى كلام كا بهى راشى عيب هے، اسے دور كرنا ممكن نهىں هے۔

قرآن مجيد اس عيب سے بالكل مبراهے۔ اس طرح كى كوئى چيز اس كے بارے ميں ثابت نهىں كى جاسكتى۔ وه 'العلم' هے، 'الحق' هے، ميزان اور فرقان هے، عربى ميمن ميں نازل هو هے، 'نذيراً للعلمين' هے، لهنذا پورى دنيا كے ليے خدا كى حجت هے۔ اس كا دعوى هے كه خدا كى كسى كتاب ميں تضادات اور احتمالات نهىں هوتے، وه هميشه قطعى الدلالت هوتى هے: 'لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا'۔

www.ghamidi.net

* النساء: ۸۲۔ "اگر بهى خدا كے سوا كسى اور كى طرف سے هوتا تو اس ميں وه بهت كچھ اختلاف پاتے۔"